پروفیسر محمد اکرم ورک

صحابہ کرامؓ کے اسلوب دعوت میں انسانی نفسیات کا لحاظ

دعوت وتبلیغ ایک مقدس فریضہ اور کارِ انبیا ہے اور انسانی نفسیات اور فہم وشعور سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ انسان کی عملی زندگی میں قوتِ محرکہ اس کا دل اور دماغ ہے۔ اگر داعی مخاطب کے دل ودماغ کو اور اس کے فہم وشعور کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر باقی کام آسان ہو جاتا ہے۔ اس لیے دعوت سے بھی پہلے داعی کے لیے اس اسلوب کا تعین ہے کہ مخاطب کے فہم وشعور میں یہ بات کس پیرایے میں پیش کر کے بٹھائی جائے اور اس حوالے سے انسانی نفسیات کے کس پہلو کو پیش نظر رکھا جائے؟ نفسیات دعوت وتبلیغ کا ہی موضوع اور فن ہے۔ مبلغ کا کام انسان سازی ہے اور اس کام میں اس کا علم اور حکمت دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ دعوت وتبلیغ میں انسانی نفسیات کی کس قدر اہمیت ہے اور داعی کا ماہر نفسیات ہونا کتنا ضروری ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں:

> ''جس طرح ایک بیج کے نشوونما پانے کے لیے تنہا بیج کی صلاحیتوں ہی پر نظر نہیں رکھنی پڑتی، بلکہ زمین کی آمادگی ومستعدی اور فصل وموسم کی سازگاری وموافقت کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے، اسی طرح کلمۂ حق کی دعوت میں مجرد حق کی فطری صلاحیتوں پر ہی اعتماد نہیں کر لینا چاہیے، بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جن لوگوں کے سامنے وہ حق پیش کیا جا رہا ہے، دعوت کے وقت نفسیاتی نقطۂ نظر سے ان کی حالت کیا ہے۔ زمینوں کی طرح روحوں اور دلوں کے بھی موسم ہوتے ہیں اور ایک داعی کا فرض ہے کہ ان موسموں سے اچھی طرح واقف ہو۔ جس طرح ایک دہقان زمین کی فصلوں اور موسموں کو پہچانتا ہے اور اسی وقت کوئی بیج ڈالتا ہے جب موسم سازگار ہو۔ جو لوگ اس اصول کی خلاف ورزی کرتے ہیں، خواہ اپنی سادگی اور بھولے پن کی وجہ سے، یا اس خیال سے کہ حق اپنی ذاتی کشش سے خود بخود دلوں میں جگہ پیدا کر لے گا، اس کے لیے کسی اہتمام کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنی اس غلطی کی سزا اپنی دعوت کی ناکامی کی شکل میں پاتے ہیں اور ان کی نیک نیتی ان کی اس بے تدبیری اور غفلت کے نتائج سے ان کو بچا نہیں سکتی، جو مخاطب کی نفسیات کی رعایت کے باب میں ان سے صادر ہوتی ہے۔ (۱)

اس سیاق وسباق میں کہا جاسکتا ہے کہ اصل قوتِ محرکہ داعی کی شخصیت ہے۔ وہ جتنا خود متحرک ہوگا، دوسروں کو بھی اسی نسبت سے متحرک کر سکے گا اور وہ جس قدر تربیت یافتہ ہوگا، اسی قدر دوسرے افراد کے لیے بہترین مربی کا کردار ادا کر سکے گا۔ علم نفسیات سے واقفیت کی صورت میں داعی شریعت کے بہت سے احکام کو زیادہ بہتر طور پر پرکھنے اور ان کی حکمتوں کا کماحقہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہو سکے گا جس کے نتیجے میں اس کے ایمان میں دن بدن اضافہ ہوتا جائے گا اور جب خود اسے شرح صدر ہوگا تو دوسرے لوگوں کے سامنے وہ اس کی بہتر دعوت پیش کر سکے گا۔ اگر داعی کو نفسیات کے اس فن سے مناسبت پیدا ہو جائے تو جن افراد اور جماعتوں کو اس نے مخاطب بنانا اور ان تک اپنی دعوت پہنچانی ہے، اس کے ذریعے اسے ان کی نفسیات اور جذبات ومیلانات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔ مخاطب کے اوپر اثر انداز ہونے اور اس کے اندر اپنی بات کے لیے آمادگی پیدا کرنے کے سلسلے میں کن تدابیر کے اپنانے اور کن امور کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے، اسے کیوں کر تیار کیا جائے، کس طرح اس کے اندر نیکی اور بھلائی کے لیے جذبات کو ابھارا جائے اور بدی اور برائی کے محرکات سے اسے دور رکھا اور بچانے کی کوشش کی جائے؟ یہ تمام امور انسانی نفسیات کے جاننے ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

اگر داعی لوگوں کی نفسیات، ذوق، مزاج اور ان کے جذبات ومیلانات کی رعایت نہ کر سکے تو اس چیز کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں کہ لوگ اس کی باتوں کو سنیں اور ان پر توجہ دیں۔ بلکہ اکثر وبیشتر تو ایسا ہوگا کہ وہ ان کے اندر کوئی دلچسپی اور شوق پیدا کیے بغیر انھیں اکتاہٹ اور بیزاری کا شکار بنا دے گا اور لوگ اس کے قریب ہونے کی بجائے دور رہنے کو زیادہ پسند کریں گے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تاکید فرمائی:

يسّروا ولا تعسّروا، وبشّروا ولا تنفّروا (۲)	آسانیاں پیدا کرو اور لوگوں کے لیے مشکلیں کھڑی نہ کرو۔ انھیں خوشخبری سناؤ (کہ دین کے قریب آئیں اور اپنی کسی بات یا طرزِ عمل سے) دین سے متنفر نہ کرو۔

اس فرمان نبویؐ کی یہی معنویت ہے کہ مخاطب کے سامنے بات اس طور پر رکھی جائے کہ اس کے اندر اس دعوت کی طرف رغبت اور میلان پیدا ہو اور اسے دین سے بیزار اور متنفر نہ کیا جائے۔ الغرض انسانی نفسیات کی رعایت کے بغیر دعوت کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ کی دعوت کی مقبولیت کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ انھوں نے ہمیشہ دعوت وتبلیغ میں انسانی نفسیات کا بھرپور خیال رکھا۔ زیر نظر سطور میں صحابہ کرامؓ کی سیرت سے اس کی چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

انسانی طبائع کا لحاظ / وقفہ

صحیح بات بھی اگر مسلسل اور بغیر کسی وقفہ کے کہی جائے تو طبیعت اسے معمولی سمجھ کر حقیقی اثر قبول نہیں کرتی، اس لیے دعوت کا کام بغیر کسی وقفہ کے کیے چلے جانا کہ لوگ اس کو معمول کی کارروائی سمجھنے لگیں، درست طریقہ نہیں ہے۔ اس لیے داعی کا انسانی نفسیات کا عالم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ بروقت اندازہ لگا سکے کہ کہیں مخاطب پر اکتاہٹ تو طاری نہیں ہو چکی۔ کیونکہ دعوت جب ذہنی اور روحانی آسودگی کا باعث نہ بنے گی تو غیر مؤثر ہو جائے گی۔ داعی کیلئے ضروری ہے کہ وہ دعوت کے اوقات کو بے ہنگم نہ ہونے دے بلکہ لوگوں کی طلب اور شوق کو برقرار رکھنے کے لیے دعوت کا کام وقفے وقفے سے کرے، اور اس وقت بیان کرے جب لوگوں کی خواہش ہو اور ان کی طبائع دعوت کو قبول کرنے کیلئے تیار ہوں۔ صحابہ کرامؓ بھی اس وجہ سے کہ کہیں لوگ اکتا نہ جائیں، لوگوں کے اشتیاق کے باوجود وقفہ کیا کرتے تھے۔ ابو وائلؒ روایت کرتے ہیں:

کان عبداللہؓ یذکّر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل: یا ابا عبدالرحمٰنؓ لوددتُ انك ذکّرتنا کل یومٍ " قال: اما انہ یمنعنی من ذالك انی اکرہ ان اُملّکم وانّی اتخوّلکم بالموعظة کما کان النبی ﷺ یتخوّلنا بھا مخافة السآمة علینا (۳)

عبداللہؓ بن مسعود لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا: اے ابو عبدالرحمٰنؓ! میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ کیا کریں، تو انھوں نے فرمایا: میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کر کے تمہیں نصیحت سناتا ہوں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو نصیحت سنایا کرتے تھے کہ ہم بیزار نہ ہو جائیں۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے گھر کے سامنے وعظ سننے کے لیے لوگوں کا ہجوم تھا، یزید بن معاویہ نخعی نے ان کو خبر دی اور لوگوں کی خواہش سے آگاہ کیا، لیکن وہ کافی دیر کے بعد گھر سے برآمد ہوئے اور فرمایا:

اِنہ لیذکر لی مکانکم فما اَتیکم کراھیة أن املکم لقد کان رسول اللہ ﷺ یتخوّ لنا بالموعظة فی الأیام کراھیة السآمة علینا(۴)

مجھے خبر تھی کہ آپ لوگ دیر سے میرا انتظار کر رہے ہیں، لیکن میں اس خوف سے باہر نہیں آیا کہ کثرت وعظ آپ لوگوں کو تھکا نہ دے، رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کی تکلیف کے خیال سے کئی کئی دن کا وقفہ کر کے وعظ فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ نے دعوت و تبلیغ میں انسانی نفسیات کے اس پہلو کا ہمیشہ لحاظ کیا۔ صحابہ کرامؓ اس اسلوبِ دعوت کی اہمیت اور اس کی تاثیر سے پوری طرح آگاہ تھے، اس لیے انھوں نے دوسروں کو بھی تلقین کی۔ ایک

دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے نامور شاگرد عکرمہؒ کو دعوت وتبلیغ میں اس اسلوب کے اختیار کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

حدّث الناس كلّ جمعة مرّة، فإن أبيتَ فمرّتين، فان اكثرت فثلاث مرّات، ولاتملَّ الناس هذا القرآنَ فلا ألفينّكَ تأتي القوم وهم في حديث من حديثهم فتقصُّ عليهم فتقطعُ عليهم حديثهم فتملَّهم ، ولكن أنصت فاذا أمروكَ فحدِّثهم وهم يشتهونهُ (۵)

لوگوں سے ہفتہ میں ایک بار وعظ کرو، اگر یہ قبول نہیں تو دوبار اور زیادہ سے زیادہ ہفتہ میں تین بار وعظ کرو اور لوگوں کو اس قرآن سے اکتا نہ دو۔ میں تمھیں اس حال میں نہ دیکھوں کہ تم کسی جماعت کے پاس اس حال میں جاؤ کہ وہ اپنے کاموں میں سے کسی کام میں مشغول ہوں، تم ان کی بات کو قطع کر کے اپنا وعظ شروع کر دو، اس طرح تم ان کو اکتا دو گے، بلکہ تمھیں چاہئے کہ خاموش رہو اور جب لوگ فرمائش کریں اور وہ خواہش سے سنیں۔

ابن ابی السائبؒ تابعی، مدینہ کے واعظ تھے۔ پیشہ ور واعظین کی طرح یہ بھی گرمی مجلس کے لیے نہایت مسجع دعائیں بنا بنا کر پڑھا کرتے تھے اور اپنے تقدس کے اظہار کے لیے موقع بے موقع ہر وقت وعظ کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: تم مجھ سے تین باتوں کا عہد کرو، ورنہ میں بزور تم سے باز پرس کروں گی۔ عرض کیا: اے ام المومنینؓ! وہ کیا ہیں؟ آپؓ نے فرمایا:

اجتنب السجع من الدعاء ، فان رسول الله ﷺ و اصحابه كانوا لا يفعلون ذالك ، وقص على الناس فى كل جمعة مرة، فان ابيت فثنتين، فان ابيت فثلاثاً ،فلا تملّ الناس هذا الكتاب، ولا ألفينك تأ تى القوم وهم فى حديث من حديثهم فتقطع عليهم حديثهم ولكن اتركهم فاذا جرؤك عليه و أ مروك به فحدثهم(۶)

”دعاؤں میں عبارتیں مسجع نہ کرو کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب ایسا نہیں کرتے تھے۔ ہفتہ میں صرف ایک دن وعظ کیا کرو، اگر یہ منظور نہیں تو دو دن اور اگر اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین دن۔ لوگوں کو اللہ کی کتاب سے اکتا نہ دو، ایسا نہ کرو کہ لوگ جہاں بیٹھے ہوں آ کر بیٹھ جاؤ اور قطع کلام کر کے اپنا وعظ شروع کر دو۔ بلکہ جب ان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کریں تب کہو“

عمومی وضاحت پر اکتفا کرنا / مخاطب کی عزت نفس کا خیال کرنا

اگر داعی غلطی کرنے والے کو براہ راست مخاطب کرنے کی بجائے اشارے کنایے میں اس کی غلطی کو

واضح کرتا ہے تو اس صورت میں غلطی کرنے والے کی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی، نیز وضاحت کے اس عمومی انداز سے مخاطب کی طرف سے کسی قسم کے منفی ردعمل کا بھی کوئی خطرہ نہیں رہتا اور شیطان اس کے انتقامی جذبات کو ہوا دے کر انتقام کی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی اس اسلوب سے مخاطب کے دل میں داعی کی قدرومنزلت بڑھ جاتی ہے اور وہ اس کی بات کو زیادہ توجہ اور انہماک کے ساتھ سنتا ہے۔

دعوت کا یہ اسلوب اس وقت مؤثر ہوتا ہے جب مخاطب کی غلطی عام لوگوں سے پوشیدہ ہو، لیکن اگر اکثر لوگوں کو اس کا علم ہو، اور اسے معلوم ہو کہ اکثر لوگ یہ بات جانتے ہیں، تو اس صورت میں دعوت وتبلیغ کا یہ اسلوب سخت زجر وتوبیخ کا حامل اور غلطی کرنے والے کے لیے رسوائی کا باعث بن جاتا ہے۔ اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس کو براہ راست سرزنش کر دی جائے اور یہ اسلوب اختیار نہ کیا جائے۔ اگر بات بھلائی اور خیر خواہی کے جذبے سے کی جائے تو یہ ایسا انداز تربیت ہے کہ جس سے غلطی کرنے والے کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور عام لوگوں کو بھی، بشرطیکہ اسے استعمال کرتے ہوئے حکمت سے کام لیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے دعوت وتبلیغ میں بارہا اس اسلوب کو اختیار کیا اور غلطی کرنے والے کو براہ راست مخاطب کرنے کی بجائے عمومی وضاحت پر اکتفا کیا، تاکہ مخاطب کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو اور اس کی اصلاح بھی ہو جائے۔ اس اسلوب دعوت کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، بعد میں پانی کا ایک برتن طلب کیا، اس سے وضو کرنے کے بعد باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور پھر فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر پانی پینے کو مکروہ جانتا ہے، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (۷)

بیت اللہ اگرچہ مکہ مکرمہ میں ہے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے محسوس فرمایا کہ خود اہل مکہ میں وہ ذوق وشوق مفقود ہو رہا ہے جو بیرونی زائرین کیلئے نمونہ ہونا چاہیے۔ یقیناً یہ خرابی چند لوگوں کے عمل سے ظاہر ہوئی ہوگی، لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے کسی مخصوص فرد کی بجائے تمام اہل مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یا اهل مكة ! ما شا نُ النّا سِ یأتُو نَ شعثاً و انتم مدّهنون؟ اهلّوا، اذا رأیتم الهلال (۸)	اے اہل مکہ! کیا بات ہے کہ لوگ جب تمھارے پاس آتے ہیں تو ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور تم تیل لگاتے ہو؟ تم چاند دیکھ کر احرام باندھ لیا کرو۔

ابونہیک اور عبداللہ بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک لشکر میں حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ تھے۔ ایک عرب نے کسی شخص کو بہت زیادہ مارا پیٹا۔ اس شخص نے حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس شکایت کی اس پر آپؓ نے کسی فرد واحد کو سرزنش کرنے کی بجائے تمام عربوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یا معشر العرب ! الم تکونوا شرالناس دینا، وشرالناس داراً ، وشرالناس عیشا؟ فاعزّکم اللّٰہ واعطاکم اللّٰہ أتریدون ان تاخذوا الناس بعزۃ اللّٰہ ؟ واللّٰہ لتنتھنَّ او لیأخذنّ اللّٰہ مافی ایدیکم فلیعطینہ غیرکم(۹)

اے اہل عرب! کیا تم مذہب کے اعتبار سے برے لوگ نہ تھے؟ گھر بار کے لحاظ سے برے نہ تھے؟ اور زندگی کے لحاظ سے بدترین نہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں (اسلام کے ذریعے) عزت عطا فرمائی اور نعمتیں بخشیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم لوگوں سے اللہ کے دیئے ہوئے شرفِ انسانی کو چھین لو؟ اللہ کی قسم! تم ایسی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ اللہ وہ سب کچھ تم سے واپس لے لے گا جو تمھارے پاس ہے اور اسے غیروں کو عطا کردے گا۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو قریش کے چند لوگوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہیں تو آپؓ نے ان کی تنبیہ کے لیے عمومی اصلاح اور وضاحت پر ہی اکتفا فرمایا، چنانچہ آپؓ نے اہل مکہ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

’’اے اہل مکہ! مجھے قریش کے بعض لوگوں کی یہ شکایت پہنچی ہے کہ وہ ایک کھلونے سے کھیلتے ہیں جسے نرد شیر (پانسہ) کہتے ہیں، اور یہ بہت مشکل چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خمر اور میسر، اور میں قسم کھاتا ہوں کہ جو کوئی شخص پانسہ کھیلے اور میرے پاس لایا جائے تو میں اسے اس کے بال اور چمڑے پر سزا دوں گا اور جو اس کو لائے گا اسے مجرم کے بدن کی سب چیزیں دے دوں گا‘‘(۱۰)

ایک دفعہ حضرت عقبہؓ بن عامر گورنر مصر نے مغرب کی نماز میں تاخیر کر دی۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ ان کی طرف گئے اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا: اے عقبہؓ! یہ کیسی نماز ہے؟ کہنے لگے کہ ایک کام کی وجہ سے تاخیر ہو گئی۔ چونکہ عقبہؓ خود بھی صحابی رسول ﷺ تھے اور گورنر مصر تھے اس لیے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ان کے مقام اور مرتبے کا لحاظ رکھتے ہوئے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

أما واللّٰہ ما بی الا ان یظن الناس انك رأیت رسول اللّٰہ ﷺ یصنع ھذا ، أما سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول : لاتزال أمتی بخیر او علی الفطرۃ مالم یؤخروا المغرب الی أن تشتبك النجوم(۱۱)

اور اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے لوگ گمان کریں گے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہوگا جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے، میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہے گی یا فطرت پر رہے گی جب تک وہ مغرب کو اتنا مؤخر نہ کرنے لگیں کہ ستارے خوب نمایاں ہو جائیں۔

اس قسم کی اور بھی مثالیں سیرتِ صحابہ میں ملتی ہیں جن میں مشترک چیز یہ ہے کہ غلطی کرنے والے کو

شرمندہ نہ کیا جائے۔ غلطی کرنے والے کو براہِ راست مخاطب نہ کرنے اور اشارہ سے اس کی غلطی واضح کرنے کے اس اسلوب میں بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆ غلطی کرنے والے کی طرف سے منفی ردعمل کا خطرہ نہیں ہوتا اس طرح شیطان اس کے انتقامی جذبات کو ہوا دے کر انتقام کی طرف مائل نہیں کر سکتا۔

☆ اس اسلوبِ دعوت کا قلبِ انسانی پر گہرا اثر ہوتا ہے اور انسان فوراً اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔

☆ اس سے غلطی کرنے والے کی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے غلطی کرنے والے کے دل میں داعی اور نصیحت کرنے والے کی قدر ومنزلت اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆ دعوت کا یہ اسلوب اسی وقت مؤثر ہوتا ہے جب مخاطب کی غلطی عام لوگوں سے پوشیدہ ہو، لیکن اگر لوگوں کو اس کا علم ہو تو اس صورت میں اس کو براہ راست تنبیہ کر دینا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اگر سب کے سامنے اس کو تنبیہ کی جائے گی تو یہ سب کے سامنے اس کی رسوائی کا باعث بن جائے گی اور اس صورت میں اس کی طرف سے کسی قسم کا منفی ردِعمل بھی ممکن ہے۔

مناسب طلب / آمادگی کا ہونا

مناسب طلب اور ذہنی آمادگی کے بغیر دنیا کا کوئی کام بھی انسان خوش اسلوبی اور کامیابی سے انجام نہیں دے سکتا۔ دعوت وتبلیغ کے لیے بھی ذہنی آمادگی اولین شرط ہے۔ جب کوئی شخص کسی مسئلہ کو جاننے کی خواہش کرے، اس کے بارے میں سوال کرے، اور اس کا دل اس کی طرف متوجہ ہو، اس وقت مسئلہ بتانے سے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور زیادہ پختگی سے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر سوال کیے بغیر اور جذبۂ شوق کو ابھارے بغیر معلومات دی جائیں تو اس قدر فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کارِ دعوت میں مشغول ہر شخص کو مخاطب کی ذہنی آمادگی کا لحاظ رکھنا چاہیے، تاکہ اس کی دعوت مؤثر ہو۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جب تک مخاطب کی ذہنی آمادگی اور خلوص نیت کا جائزہ نہ لے لیتے اس وقت تک اس کو دعوت نہ دیتے تھے۔

قیس بن کثیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوالدرداءؓ دمشق میں تھے کہ ان کے پاس ایک شخص مدینہ سے حاضر ہوا، آپؓ نے اس سے پوچھا: اے بھائی! کس مقصد کیلئے آئے؟ اس نے کہا: میں آپؓ سے صرف حدیث رسول ﷺ سننے حاضر ہوا ہوں، تو فرمایا: کسی اور حاجت یا تجارت کی غرض سے تو نہیں آئے؟ تو اس نے کہا:

ما جئتُ الاّ فی طلب ھذا الحدیثِ — میں تو صرف طلب حدیث کیلئے آپؓ کے پاس آیا ہوں

چنانچہ جب حضرت ابوالدرداءؓ نے اس کے خلوص کو اچھی طرح پرکھ لیا اور حدیثِ رسول ﷺ کی طلب

میں اس کو پوری طرح آمادہ پایا تو اس کے سامنے حدیث بیان کی۔ (۱۲)

حارث بن معاویہ الکندی کا بیان ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں سوار ہو کر آئے، چنانچہ جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ کس وجہ سے آئے ہیں؟ بولے: تاکہ آپ سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کروں۔ فرمایا: وہ تین چیزیں کیا ہیں؟ بولے:

> ربما كنت أنا والمرأة فى بناء ضيق فتحضر الصلوٰة فان صليت انا وهى كانت بحذائى، وان صليت خلفى خرجت من البناء" فقال عمرؓ" تستر بينك وبينها بثوب ثم تصلى بحذائك ان شئت، وعن الركعتين بعد العصر، فقال: نهانى عنهما رسول اللهﷺ، قال: وعن القصص فانهم أرادونى على القصص فقال: ما شئت (۱۳)

> ''بسا اوقات میں اور میری بیوی ایک تنگ مکان میں ہوتے ہیں کہ نماز کا وقت آجاتا ہے، اگر میں نماز پڑھوں تو وہ میرے سامنے ہوتی ہے اور اگر میں تھوڑا پیچھے ہو کر نماز پڑھوں تو وہ مکان سے باہر نکل جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو اپنے اور اس کے درمیان ایک کپڑے سے پردہ کر لے پھر تم اپنے سامنے والے حصہ میں اگر چاہو تو نماز پڑھ لو۔ اور جہاں تک عصر کے بعد دو رکعتوں کا سوال ہے تو رسول اللہﷺ نے مجھے اس سے منع فرمایا ہے۔ حارث الکندی نے کہا کہ لوگ مجھ سے وعظ گوئی کا مطالبہ کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا: جو تمہاری مرضی ہو''۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید جس قدر جلدی پڑھ کر ختم کر لیں اسی قدر زیادہ ثواب ملے گا۔ ایک شخص حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے ام المؤمنین! لوگ ایک شب میں قرآن دو دو، تین تین بار پڑھ لیتے ہیں؟ فرمایا: ان کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں برابر ہیں۔ رسول اللہﷺ تمام رات نماز میں کھڑے رہتے تھے لیکن سورہ بقرہ، آل عمران اور نساء سے آگے نہیں بڑھتے تھے (گویا انھیں تین سورتوں تک پہنچتے پہنچتے رات آخر ہو جاتی تھی) جب کسی بشارت کی آیت پر پہنچتے تو خدا سے دعا مانگتے اور جب کسی وعید کی آیت پر پہنچتے تو پناہ مانگتے۔ (۱۴)

حوالہ جات

(۱) اصلاحی، امین احسن، ''دعوت دین اور اس کا طریق کار''، ص: ۱۳۳، فاران فاؤنڈیشن، لاہور

(۲) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبیﷺ یتخولھم بالموعظۃ الحسنۃ..... ح: ۶۹، ص: ۱۷۔ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول النبیﷺ: یسّروا ولا تعسّروا، ح: ۶۱۲۵، ص: ۱۰۶۷

(۳) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من جعل لاھل العلم ایاماً معلومۃ، ح: ۷۰، ص: ۱۷۔ ایضاً، کتاب الدعوات، باب الموعظۃ ساعۃ بعد ساعۃ، ح: ۶۴۱۱، ص: ۱۱۱۳۔ صحیح مسلم، کتاب صفۃ المنافقین واحکامھم، باب الاقتصاد فی الموعظۃ، ح: ۷۱۲۷، ص: ۱۲۲۷

(۴) المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۴۰۳۱، ۳۵۷۱، ۱/۶۲۳۔ صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الموعظۃ ساعۃ بعد

ساعة، ح:۶۴۱۱،ص:۱۱۱۳

(۵) المسند، حدیث السیدة عائشہؓ، ح،۲۵۲۹۲، ۷/۳۱۰

(۶) صحیح البخاری، کتاب الدعوات، ما یکرہ من السجع فی الدعا، ح۶۳۳۷، ص۱۱۰۲

(۷) المسند، مسند علیؓ بن ابی طالب، ح:۷۹۹، ۱/۱۶۴

(۸) الموطا، کتاب الحج، باب ہلال مکة ومن بھا من غیرھم، ح:۳۸۱،ص:۲۳۰

(۹) حلیة الاولیاء، تذکرہ سلمان الفارسیؓ، ۱/۲۶۰

(۱۰) الادب المفرد، باب الادب واخراج الذین یلعبون بالنرد...... ح:۱۲۷۵،ص:۳۲۸

(۱۱) المسند، حدیث ابی ایوب انصاریؓ، ح:۲۳۰۷۰ ۶/۵۸۶

(۱۲) جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، ح:۲۶۸۲،ص:۲۰۹۔ المسند، حدیث ابی الدرداءؓ، ح:۲۱۲۰۸، ۶/۲۵۴

(۱۳) المسند، مسند عمر بن الخطابؓ، ح:۱۱۲، ۱/۳۲

(۱۴) المسند، حدیث السیدة عائشہؓ، ح:۲۴۳۵۴، ۷/۱۷۱

(جاری)

الشریعہ

اسلامی ویب سائٹ

اردو زبان میں

اسلام کیا ہے؟	مضامین ومقالات
ماہنامہ الشریعہ	آپ نے پوچھا
اسلامی ویب سائٹس	ڈائریکٹری

www.alsharia.org